بیاد

محدثِ کبیر عالمِ ربّانی حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ / اکتوبر 2011ء

- جناب مولانا وحید الدین خان صاحب کی بے خبری یا تجاہل عارفانہ
- حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ
- وحدتِ فکر انسانی
- مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کی علمی خدمات
- حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق چند اُلجھنیں اور اُن کا حل

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

سلام ہو ان پر سرمد و دائم

مفتی محمد سعید خان

جن کے سر پر تاجِ مکلّل ساکنِ گنبدِ خضریٰ و اخضر

خوشبو سے جن کی گلیاں مہکیں مشک و عنبر ، معطّر ، اطہر

دور سے حاضر ہوا ہے چاکر سراپا خجالت ، جسم ہے اخگر

نظر کو تابِ نظر ہو کیسے سراپا جمال و ماہِ گستر

ڈھلکے آنسو چشمِ نم سے سینہ بریاں ، مہرِ منور

نینوں سے برسی یکدم برکھا اب نہ چھٹے محبوب کا یہ در

حسنِ ادب ہے، کہنے سے مانع روک لیں مجھ کو صاحبِ کوثر

سلام ہو ان پر سرمد و دائم اے میرے آقا سلام مکرّر

سلام ہمارا ہر دم پہنچے ورد رہے یہ تا دم آخر

سلام جو بھائے آپ کو شاہا عجب نہیں پھر جائے مقدّر

نعتِ سعید ہے پیشِ خدمت

اے جانِ جاناں ، شافعِ محشر

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

لاہور

جلد نمبر: 4	ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ اکتوبر 2011ء	شمارہ نمبر: 1

نگران

حضرت اقدس مولانا سید رشید میاں دامت برکاتہم

مدیر

مفتی محمد سعید خان

مجلس مشاورت

- مولانا شیر الرحمٰن
- مولانا حبیب اللہ اختر
- محمد اورنگ زیب اعوان
- کمپوزنگ: سہیل عباس خدامی

رابطہ نمبر: 0333-8383337
0333-8383336

E.Mail: alnadwa@seerat.net
www.seerat.net

زر تعاون

فی شمارہ: 30 روپے، ششماہی: 150 روپے، سالانہ: 300 روپے

بیرون ملک

امریکہ، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ
ویسٹ انڈیز، ناروے وغیرہ 30 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط
بحرین، ایران، عمان، انڈیا وغیرہ 25 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش 20 امریکی ڈالر
اکاؤنٹ نمبر: 0060-0081-002374-01-9
الحبیب بینک پاکستان

پتہ برائے
خط وکتابت وترسیل زر

دفتر ماہنامہ الحامد: الندوہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، مین مری روڈ، چھتر، اسلام آباد پاکستان 46001

مولانا نعیم الدین طابع وناشر نے پرنٹ یارڈ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''الحامد'' لاہور سے شائع کیا

فہرست مضامین

جناب مولانا وحید الدین خان صاحب
کی
بے خبری یا تجاہل عارفانہ

مفتی محمد سعید خان

جناب مولانا وحید الدین خان صاحب، عصر حاضر کی ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ایک ہیں، جن کے قارئین کا، پوری دنیا میں ایک حلقہ موجود ہے۔ لوگوں کو ان کی تحریرات کا انتظار رہتا ہے اور ہزاروں افراد نہ صرف یہ کہ ان کے مشن سے وابستہ ہیں بلکہ کسی بھی معاملے میں انہیں جو ہدایات، مولانا کی طرف سے ملتی ہیں۔ وہ دل و جان سے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے چند ایک پڑھے لکھے حضرات میں ان کا نام شمار کیا جاتا ہے اور ان کی جو پذیرائی مغربی ممالک میں ہو رہی ہے، اس کا اندازہ کچھ انہی حضرات کو ہو سکتا ہے، جو ان کے شمارے ''الرسالہ'' کے مستقل قاری ہیں۔ ان کی شخصیت ـــــ جیسا کہ روز اول سے ہوتا چلا آیا ہے ـــــ موضوع سخن رہی ہے، اب بھی ہے اور جب وہ دنیا میں نہیں ہوں گے، اس وقت بھی اپنے نقاد اور مداحوں کے درمیان گھری رہے گی۔ الرسالہ میں ان کی بعض تحریرات شہ پارہ ہیں اور ہماری نئی نسل کی رہنمائی میں ہمیشہ معاون ثابت ہوتی ہیں لیکن اس تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ ان کی بعض تحریرات اہل ایمان و دانش کے لیے سخت خلجان کا موجب بھی بن جاتی ہیں۔ انگلی کو دانتوں میں دبائے بغیر، چارہ نہیں رہتا کہ جس شخص اور اس کے قلم کی صلاحیتیں اسلام کے مخالفین اور شکوک و شبہات کی جڑ کھودنے میں صرف ہو رہی ہیں، انہی صلاحیتوں کا رُخ پھرا اور کوئی ایسی تحریر وجود میں آ گئی، جو اہل کفر اور افواج باطل

کے لیے ایک عمدہ ہتھیار کا کام دے سکے۔ دودھاری تلوار جب کھنچ جائے اور دشمنوں ہی کو نہیں دوستوں کو بھی اپنا دفاع کرنا پڑے، تو اس کاٹ کی مدح سرائی کیونکر ہو۔

ماہ رواں، اکتوبر 2011ء کا شمارہ ''الرسالہ'' نظرنواز ہوا اور اس ماہ کا موضوع ہے ''ختم نبوت''۔ ختم نبوت جو ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ اور کفر و اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے، مسلمانوں میں کبھی بھی متنازعہ نہیں رہا جس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، اسے اور اس کے ماننے والوں کو اُمت مسلمہ نے کبھی بھی اپنی صفوں میں کوئی جگہ نہیں دی۔ دعوائے نبوت اس قدر ہولناک ہے کہ اس کے مدعی کے کلام کی توجیہہ و تاویل کبھی بھی قابل اعتبار و التفات نہیں ٹھہری۔ اب تک جس آخری شخص نے نہایت شدّ و مد سے دعویٰ نبوت بھی کیا اور انہیں اپنے ماننے والوں کی جماعت بھی میسر آئی، وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے۔ الرسالہ کے اس ''ختم نبوت'' نمبر میں، اس دعوائے نبوت کی تاویل کرتے ہوئے، جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب اس دعوے کی نہ صرف یہ کہ نفی کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جناب مرزا غلام احمد صاحب کے دعوائے نبوت کی تاویل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں ظلِ نبی ہوں، یعنی میں نبی کا سایہ ہوں۔ اس طرح کے قول کو ایک طرح کی دیوانگی تو کہا جاسکتا ہے، لیکن اس کو دعوائے نبوت نہیں کہا جاسکتا۔ ①

اس تحریر کو پڑھ کر افسوس تو اس لیے ہوا کہ جو شخص کتاب وسنت کے معترضین کے تابڑتوڑ حملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دے اور اپنی زندگی اسلام کے دفاع اور اقدام کے لیے وقف کردے، اس

---

① ماہنامہ الرسالہ، اکتوبر 2011ء، ص: 13

کے قلم سے قلب وروح کے لیے ایسی خوں چکاں تحریر برآمد ہو؟ ایسی تحریر جس کو منکرین ختم نبوت بطور ڈھال استعمال کریں؟ اور حیرت اس لیے کہ جس شخص کی وسعت مطالعہ کے اپنے، پرائے سب قائل ہوں اور مغرب اور کسی حد تک مشرق کا لٹریچر، تاریخ اور مذہبی کتابیں جس کی انگلیوں کے پوروں (Finger Tips) پر ہوں، اسے وہ بات معلوم نہ ہو جو مسلمانوں کے بچے بچے کی نوک زبان پر ہے اور جس دعوے کو اس کے مدعی نے بار بار تحریر فرمایا ہو۔ جس دعوے پر خود ان کی اپنی جماعت دو ٹکڑوں میں بٹ چکی ہو اور جس دعوے کی بیخ کنی کے لیے اُمت مسلمہ اپنا گرم لہو بہا چکی ہو، کیا جناب مولانا وحید الدین خان صاحب اسی دعوے کی اس مدعی سے نفی کرتے ہیں اور اپنی اس تحریر سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔

معروضہ یہ ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہمیشہ نبوت کا دعویٰ کرتے رہے ہیں اور بالکل صاف اور واضح الفاظ میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول کہتے رہے ہیں۔ ان کی زبان اور قلم ہمیشہ اپنے سننے اور پڑھنے والوں سے یہی تقاضا کرتی رہی ہے اور اب بھی ان کی جماعت کا اصولی مؤقف یہ ہے کہ ان کے مقتدا اور پیشوا جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی اور رسول مانا جائے۔ خود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

> حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ

اس تحریر میں وہ صاف اور واضح الفاظ میں یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک وحی ان پر نہ صرف یہ کہ نازل ہوئی ہے بلکہ اس وحی کے ذریعے انہیں ایک آدھ مرتبہ نہیں، سینکڑوں مرتبہ اس شرف سے نوازا گیا ہے کہ وہ صرف نبی ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے رسول بھی ہیں۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

چنانچہ وہ مکالماتِ الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک وحی اللہ (اللہ تعالیٰ کی وحی) یہ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (دیکھو براہین احمدیہ، ص:۴۹۸) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

اس عبارت میں بھی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی واضح الفاظ میں تحریر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چند سطروں کے بعد تو انہوں نے ایسی عبارت لکھی ہے، جو کسی بھی اشتباہ یا تاویل کا موقع فراہم نہیں کرتی۔

یہ وحی اللہ (اللہ تعالیٰ کی وحی) ہے محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔

نہایت واضح الفاظ میں انہوں نے اپنا دعویٰ بیان کیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ''محمد'' تجویز فرمایا ہے۔ ①

صرف اس ایک کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' ہی نہیں بلکہ ان کی متعدد کتابوں میں بار بار اس دعوے کی تکرار کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔

وہ اپنی وحی کو بھی قرآن کریم کے ہم پلّہ قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ ②

---

① پناہ بخدا۔ ان تمام عبارات کے لیے ملاحظہ ہو (ا) روحانی خزائن، جلد:18 ص:207-206۔ (ب) ایک غلطی کا ازالہ، ص:3-2

② (ا) روحانی خزائن، جلد:17، ص:454۔ (ب) اربعین لاتمام الحجۃ علی المخالفین نمبر 4، ص:112

وہ اپنی وحی پر جس قدر یقین رکھتے ہیں، یہ بالواسطہ طور سے دعوائے نبوت ہی تو ہے۔ انہوں نے ہمیشہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے اور اس اِدّعا میں کبھی کوئی کسر باقی نہیں رہنے دی۔ حتیٰ کہ جو لوگ ان کی نبوت و وحی کا انکار کرتے ہیں، وہ انہیں جن الفاظ سے یاد کرتے ہیں اس طرح کی تحدّی وہی افراد کرتے ہیں جو اپنے دعوے کو حتمی اور قطعی جانتے ہیں۔ وہ اپنے مخالفین کو ہرگز کوئی لچک دکھانے کو تیار نہیں ہیں اور فرماتے ہیں۔

انّ العدا صاروا خنازیر الفلا ونساء ھم من دونھن الاکلب

دشمنا ن ما خنزیر ھائے بیابان شده اند و زنان آنها سگ ماده هارا درپس انداخته اند

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔ ①

یہ عربی شعر بھی انہی کا ہے اور پھر اس کے فارسی و اُردو تراجم بھی خود اُنہی کے ہیں۔

اب اس سے زیادہ صاف، صریح اور واضح الفاظ، وہ کون سے ہیں جن کے ذریعے وہ دعویٰ نبوت کریں؟

جناب مولانا وحید الدین خان صاحب سے درخواست ہے کہ اگر اب تک انہوں نے احمدی حضرات کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا تو اُن کی کتاب ''روحانی خزائن'' کو غور سے پڑھیں اور کسی بھی شخص یا فریق کی بات سنے، ان کا لٹریچر پڑھے اور ان کے متعلق کسی بھی ٹھوس ثبوت کے بغیر کوئی حکم لگانا، بعید از انصاف ہے۔ ان کی جماعت کے کسی بھی ذمہ دار فرد سے اگر ان کا مسلک دریافت کیا جائے تو وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت و رسالت کا ہی اقرار کرتے، نظر آئیں گے۔

---

① (ا) روحانی خزائن، ج:14، ص:53، (ب) نجم الہدی، ص:10

جناب وحیدالدین خان صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریر کو واپس لیں اور اپنے مؤقف سے رجوع کریں ۔ پوری اُمت مسلمہ کے مقابلے میں وہ فرد واحد اور تنہا ہیں جنہوں نے یہ چونکا دینے والا دعویٰ کیا ہے اور یا پھر یوں کہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ نبوت کی تاویل کی ہے۔اس طرح کی تحریر ان کی دیگر تحریرات کے مطالعے میں،خود ان کے دوستوں کے لیے بھی سدّ راہ ثابت ہوسکتی ہے۔

یہ تمام تحریر بھی اس صورت کے لیے ہے کہ یہ فرض کرلیا گیا کہ جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کی نظر سے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایسی تحریرات اور کتابیں نہیں گذریں۔لیکن اگر وہ ان کی کتابوں کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تو پھر وہی مثل صادق آتی ہے کہ ہم سوئے ہوئے کو تو بیدار کرسکتے ہیں،اس کو نہیں جو سو یا بن رہا ہے۔

یہ مؤقف ــــ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا ہی نہ تھا ــــ بیان اور تحریر کرتے ہوئے اس واقعے کو بھی نہ بھلانا چاہیے جو خود ہمارے شہر راولپنڈی میں 1937ء میں پیش آیا تھا۔ہمارے نانا مرحوم اس مناظرے کے چشم دید گواہ تھے۔وہ اس مناظرے کی داستان بھی سنایا کرتے تھے اور یہ بتاتے تھے کہ دونوں گروہ اپنے اپنے دلائل دن کو تحریر کر کے رات کو سنایا کرتے تھے۔یہ مناظرہ ماسٹر دیوان چند صاحب کے ہال میں منعقد ہوا تھا اور اس میں مولوی ابو العطاء صاحب نے قادیانی حضرات کی طرف سے اور مولوی اختر حسین گیلانی صاحب نے لاہوری حضرات کی طرف سے دلائل دیے تھے۔دیگر مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ جو بہت زور وشور سے زیر بحث آیا ''مسئلہ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی'' بھی تھا۔احمدیت کے دونوں گروہوں (لاہوری اور قادیانی) سے بُعد اور ان کا اُمت مسلمہ سے الگ ہونا،یہ حقائق بچپن ہی سے انہوں نے ذہن نشین کرادیئے تھے۔بعدازاں اس مناظرے کی تفصیلات کا جب خود بھی مطالعہ کیا تو کتابوں سے بھی ان

کے بیان شدہ واقعات کی تصدیق ہوتی رہی۔ مطالعے نے ان کے بیان کردہ حقائق کے علم میں کوئی خاص اضافہ نہیں کیا۔ ①

مناظرے کا قصہ مختصر یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ماننے والوں کا ایک گروہ تو وہ تھا جن کا تعلق لاہور شہر سے تھا اور وہ اسی نسبت سے لاہوری مرزائی کہلاتے تھے اور ہیں اور دوسرے گروہ کا تعلق قادیان سے تھا اور وہ قادیانی مرزائی کہلاتے تھے اور اب تک ان دونوں گروہوں کو اسی نسبت سے پکارا جاتا ہے۔ لاہوری گروہ کا بھی کچھ وضاحت کے ساتھ تقریباً یہی دعویٰ تھا، جو آج مولانا وحیدالدین خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور ان کے دعوائے نبوت کے الفاظ کی تاویل کرتے تھے اور یہ کہ وہ اپنی صدی کے مجدد تھے۔ جب کہ دوسرے گروہ کا عقیدہ ،عقیدہ نبوت و رسالت تھا۔ مناظرے میں دونوں طرف سے عبارات پیش کی گئیں لیکن دوسرا گروہ غالب آیا اور ان کی فتح اسی بات پر ہوئی کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت اور رسالت ہی کا دعویٰ کیا تھا۔

اس لیے اس بحث کا کھوج لگانے کو ''مباحثۂ راولپنڈی'' کو بھی خاص طور پر زیر مطالعہ رکھنا چاہیے۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی بھی دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے ایک سکھ گرو گربچن سنگھ (وفات :1980) کی مثال دی ہے کہ جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب ان سے ملے کیونکہ ان کے کچھ معتقدین انہیں وقت کا پیغمبر

---

① اس مباحثے کی تفصیلات جاننے کے لیے ملاحظہ ہو

(ا) مباحثہ راولپنڈی۔ اس عظیم الشان مناظرے کی تمام تفصیلات شائع شدہ ہیں اور اس کی اوّلین اشاعت پر قادیانیوں کی دونوں جماعتوں (لاہوری اور قادیانی) نے مشترک خرچ برداشت کیا تھا۔

(ب) تاریخ احمدیت۔ از 1934ء تا 1939ء چوتھا باب، فصل ششم، جلد:7، ص:533

(Prophet of the time) کہتے تھے لیکن گربچن سنگھ نے خود کبھی اپنی زبان سے دعوائے نبوت نہیں کیا تھا۔

پھر اپنے دعوی کی تائید میں مزید ایک ہندو گرو برہما شری کرونا کرا کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جب ان سے سوال کیا کہ

Q: Do you Claim that you are a prophert of God in the same sense in which Moses,and Jesus,and Muhammad claimed they were prophets of God.

کیا آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جس معنیٰ میں (سیدنا) موسیٰ، (سیدنا) عیسیٰ اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہم اجمعین) اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، میں بھی اسی طرح خدا کا پیغمبر ہوں؟

تو انہوں نے جواب دیا:

A: No , I don't make any such claim.

نہیں میں نے کبھی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

پھر ان دو مثالوں کے بعد وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں

جس طرح خدا کے سوا کوئی اور شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خدائے رب العالمین ہوں، اسی طرح کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر (Prophet of God) ہوں۔[1]

---

[1] ماہنامہ الرسالہ، اکتوبر 2011ء، ص: 14-13

جناب مولانا وحید الدین خان صاحب سے گذارش یہ کرنی ہے کہ اس تمام کتھا کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوائے نبوت ورسالت سے، واسطہ کیا ہے؟ ایک سکھ اور ایک ہندو گرونے دعویٰ نبوت سے انکار کر دیا، بالکل درست ہے اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جناب غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوائے نبوت کیا ہے ۔اس کے تاریخی ، ناقابل تردید ثبوت، انہی کی کتابوں سے پیش کر دیے گئے ہیں تو دونوں باتیں حقیقت پر مشتمل ہیں یہ دونوں حقائق ایک دوسرے کی نفی تو نہیں کر رہے ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سکندر بادشاہ تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لاہور ایک قدیم شہر ہے ۔دونوں حقائق کا اپنا اپنا مقام ہے ایک حقیقت دوسری حقیقت کی کاٹ تو نہیں کر رہی ۔

دوسرے اس بات پر بھی غور فرما لینا چاہیے کہ اگر یہ دونوں گُرو دعوائے نبوت کر بھی لیتے تو کیا فرق پڑتا۔ان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ان کے دعوے کی حیثیت اور بنتی ہے اور وہ شخص جو مسلمان ہو (جیسے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ابتداءً مسلمان ہی تھے)اور پھر دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو جائے اور پھر ارتداد کے باوجود وہ خود اور اس کو نبی و رسول ماننے والے حضرات وخواتین اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے اور مسلمان ہونے پر اصرار کریں، ان کی حیثیت کچھ اور بنتی ہے۔ ایمان کسی شخص کے قبول کرنے کے اعتبار سے اجزاء پر مبنی نہیں ہے کہ کوئی شخص پچاس فیصد ایمان قبول کرے تو آدھے عقائد (50%) کو ماننے کی وجہ سے مسلمان کہلائے اور کوئی نوے فیصد (90%) ایمانیات کو قبول کرے تو وہ مومن ہو۔

مسلمان ہونے کے لیے تو بیک وقت پورے ایمان کو قبول کرنا اور مرتد ہونے کے لیے اُن قطعی عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار بھی کافی ہے والعیاذ باللہ۔

اس لیے یہ دو گروؤں کی مثال آپ کے مؤقف کی تائید نہیں کرتی ان کے عقائد میں بیسیوں کفر شامل ہیں۔ بالفرض وہ نبوت کا دعویٰ کر بھی دیتے تو کیا ہوتا اور جب انہوں نے نہیں کیا تو کیا وہ مسلمان ہوگئے؟ ان کے لیے صرف ختم نبوت پر ایمان لانا ہی ضروری نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ایمانیات کے ہر ہر جز پر ایمان لانا ضروری تھا جب کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اصلاً مرتد ہوگئے تھے اور انہوں نے اپنے دعویٰ نبوت کے لیے جو مدارج طے کرنے کا دعویٰ فرمایا یا اپنے اس دعوے کا سفر کیسے طے کیا، ان کی منازل اور پڑاؤ کیا تھے، اس کی تفصیل بھی آتی ہے۔

آمدم برسر مطلب کہ گروؤں نے دعویٰ نبوت کیا یا نہیں کیا، جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بہت دھڑلے سے دعویٰ نبوت کیا۔ اور جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب نے دو گروؤں کی مثال دے کر جو مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کے جرم میں تخفیف اور ان کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے، یہ بالکل درست نہیں ہے۔ دونوں معاملات (Cases) الگ الگ ہیں۔ تقریب تفہیم کے لیے فقہ کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ ناواقف لوگ اور خود جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کے قارئین اس فرق کو جان سکیں کہ شرعی مسائل میں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں حتیٰ کہ غیر مسلم جو نبوت کے قائل نہ ہوں اور وہ غیر مسلم جو اہل کتاب ہوں، ہر ایک کے درمیان شریعت نے فرق کیا۔ ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھا ہے اور ہر ایک سے عدل کیا گیا ہے۔ مثال یہ ہے کہ کسی مسلمان شخص کی مسلمان بیوی اپنی عادت کے مطابق ایام سے فارغ ہوگئی تو شوہر سے اس کی قربت صحیح معنی میں اس وقت جائز ہوگی جب وہ عورت یا تو غسل کرے اور یا پھر اس پر کم سے کم ایک نماز کا وقت گذر جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوئیں تو شوہر سے قربت اگرچہ جائز ہو، لیکن کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں اور یہی صورت اگر کسی اہل کتاب عورت (کتابیہ) کے ساتھ پیش آجائے تو اس کی عادت کے مطابق جب اس کے ایام پورے ہوگئے تو شوہر کی اس سے قربت فوری طور پر جائز ہو

جائے گی کیونکہ نہ تو اس عورت کے لیے غسل کا حکم ہے اور نہ ہی نماز کا۔ وہ جب مسلمان ہی نہیں تو اسلام اسے اپنی فروعات کا پابند نہیں کرتا۔

یہ تو ایک فروعی مثال ہے جب کہ ختم نبوت کا عقیدہ قطعی عقائد میں سے ہے اسلام ان دونوں گروؤں سے مکمل مسلمان ہونے کا مطالبہ کرتا ہے۔ نہ یہ، کہ وہ صرف ختم نبوت کے عقیدے پر قائم رہیں تو ان کا یہ عقیدہ قابل قبول ہے اور اسلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے عمر بھر یہ مطالبہ کرتا تھا کہ وہ اپنے دعوائے نبوت سے دستبردار ہو کر توبہ کریں اور اگر ان کے بقیہ عقائد درست ہیں تو پھر وہ مسلمان ہیں اور اب بھی ہمارا مطالبہ ان کے ماننے والے دونوں گروہوں، لاہوریوں اور قادیانیوں سے یہی ہے کہ وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مرتد مان کر ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کریں اور حضرت رسالت مآب ﷺ کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام مانیں اور اس عقیدۂ ختم نبوت کی وجہ سے نزول مسیح علیہ السلام وغیرہ دیگر ضروریات عقائد دین و اسلام کا اقرار کریں۔

قادیانی یا لاہوری حضرات کے مسلمان ہونے کے لیے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک کسی بھی غیر مسلم کے مسلمان ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ جس دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو رہا ہے، اس دین سے بیزاری کا اظہار بھی کرے۔

چنانچہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی غیر مسلم کیسے مسلمان ہو؟ تو انہوں نے فرمایا وہ پہلے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی میں آیا ہے اسے ماننے کا اقرار کرے اور جس دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو رہا ہے، اس دین

سے بیزاری کا اظہار کرے۔ ①

اس سلسلے میں علامہ شامی قدس اللہ سرہ السامی نے جو بحث کی ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمانا چاہیے۔ ②

جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کا یہ فرمانا ـــــ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی اپنی زبان سے نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں ـــــ سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر وہ اپنے جملے کو لغت کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو یہ بالکل درست ہے۔ دنیا میں شاید اس وقت کوئی ایک بھی ذی روح نہ ہو، جس کے سامنے جناب مرزا صاحب نے یہ بات کہی ہو اور نہ ہی اس وقت ٹیپ ریکارڈ رہوا کرتے تھے کہ کوئی ان کی آواز کو منضبط کر لیتا اور آج لوگوں کو سناتا آج کے کسی مسلمان نے براہ راست ان سے یہ دعویٰ نہیں سنا کیونکہ وہ 1908ء میں دنیا چھوڑ گئے اور اب کوئی شخص مرد و عورت ایسا نہیں جس کی عمر کم سے کم ایک سو بیس برس ہو اور پھر وہ جناب مرزا صاحب سے ملا بھی ہو اور اس نے یہ دعویٰ سنا بھی ہو اور اگر اس جملے سے جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کی مراد یہ ہے (اور یہی بات ایک عام قاری کو سمجھ میں آتی ہے) کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، تو معروضہ یہ ہے کہ ان کی اپنی ہی تحریر شدہ کتابیں اس دعوے سے اٹی پڑی ہیں۔

(جاری ہے)

❂......❂......❂

---

① فقال یقول أشهد أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله ویقر بما جاء من عندالله ویتبرأ من الذي انتحله کذا في البحر عن شرح الطحاوي وصرح في العنایة بأن التبري بعد الاتیان بالشهادتین. (حاشیه درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج:۱، ص:۳۰۱.)

② حاشیة ابن عابدین، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج:۱۳ ص:۱۹، المقوله: ۲۰۲۹۵.

قسط نمبر ۵

تفہیم الفرقان

مفتی محمد سعید خان

اس دروازے سے ایک فرشتہ زمین پر آیا تو حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ یہ ایک ایسا فرشتہ زمین پر نازل ہوا ہے، جو آج سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

اس فرشتے نے سلام پیش کیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ نے دو نور آپ کو عطا فرمائے ہیں، آپ کو وہ دونوں مبارک ہوں۔ یہ دونوں نور آپ سے پہلے کبھی کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا نہیں کیے گئے۔ ان میں ایک تو سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں ان دونوں نوروں کا کوئی بھی حصہ آپ کے علاوہ کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ①

سورۃ الفاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس کے نور کے عطا کی یہ بشارت، جسے بعض اہل علم نے ثواب سے بھی تعبیر کیا ہے۔ ② مدینہ منورہ میں دی گئی۔

---

①عن ابن عباس، قال :بينما جبريل فاعد عندالنبي ﷺ، سمع نقيضاً من فوقه فرفع رأسه ، فقال: هذا باب من السماء فتح اليوم، لم يفتح قط الا اليوم ، فنزل منه ملك، فقال : هذا ملك نزل الى الأرض ، لم ينزل قط الا اليوم ، فسلم ، وقال: أبشر بنورين أوتيتهما لم يؤتهما نبي قبلك: فاتحة الكتاب، وخواتيم سورة البقرة، لن تقرأ بحرف منهما الا اعطيته.(صحيح مسلم ،كتاب الصلاة المسافرين وقصرها، باب: فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة،رقم الحديث:١٨٧٧).

②فيكون جبريل عليه السلام نزل بتلاوتها بمكة ، ونزل الملك بثوابها بالمدينة والله أعلم ،............

اب اس ثواب کی مقدار کتنی ہے، یہ تو کسی روایت میں نہیں آیا لیکن احادیث سے یہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا یہ غیر معمولی اہتمام، غیر معمولی ثواب پر دلالت کرتا ہے۔ بقیہ فضائل اور اس سورۂ مبارک کے علوم مرتبت کا کچھ حصہ اس کی تفسیر میں آرہا ہے اور کچھ حصہ مسائل کے ضمن میں بھی بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ہر سورت پر یا تو یہ لفظ لکھا ہوگا ''مکیۃ'' (یہ سورت مکی ہے) اور یا پھر یہ لفظ ملے گا ''مدنیۃ'' (یہ سورت مدنی ہے۔) کسی بھی سورت کے مکی یا مدنی ہونے کی یہ اصطلاح کیا ہے؟ اس بحث کا اصل مقام تو ''علوم القرآن'' کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں ہیں لیکن یہاں پر اس بحث کا کچھ خلاصہ تحریر کیا جا رہا ہے تا کہ اس مضمون کے پڑھنے والوں کی تشنگی کو کچھ کم کیا جا سکے۔

کسی بھی سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق عام طور پر مفسرین کی تین آراء ہیں۔

① حضرت رسالت مآب ﷺ پر ہر وہ آیت یا سورت جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی مکی ہے اور ہر وہ آیت یا سورت جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئی، خواہ وہ تبوک میں نازل ہوئی ہو یا مکہ مکرمہ میں ہی یا کسی بھی سفر میں بہر حال وہ مدنی ہے۔

② ہر وہ آیت یا سورت جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی وہ مکی ہے اور ہر وہ آیت یا سورت جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی وہ مدنی ہے۔

③ ہر وہ آیت یا سورت جس میں اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے، وہ مکی ہے اور ہر وہ آیت یا سورت جس کے مخاطب اہل مدینہ ہیں، وہ مدنی ہے۔[١]

...... الجامع لأحكام القرآن للقرطبى سورة الفاتحه، الباب الثاني في نزولها وأحكامها، ج:١، ص:١٧٩.

① اعلم أن للناس فى ذلك ثلاثة اصطلاحات: أحدُها أن المكى مانزل بمكة، والمدنى ما نزل ....

کتاب وسنت اور تفاسیر وتاریخ سے جس قول کی تائید ہوتی ہے وہ پہلا قول ہے ۔علامہ ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

المدني : ما نزل بعد الهجرة وان كان في غير المدينة ، والمكي: مانزل قبلها وان كان في غير مكة وهو الأصح من أقوال ثلاثةٍ حكاها اليسوطي في الاتقان.

مدنی آیات وسور وہ ہیں جو کہ ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اگر چہ وہ مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور مقام پر نازل ہوئی ہوں اور اس کی مکی آیات وسور وہ ہیں جو کہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اگر چہ وہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر نازل ہوئی ہوں ۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاتقان'' میں جو تین اقوال تحریر فرمائے ہیں ان میں صحیح ترین قول یہ ہے۔ ①

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے جس قول کا حوالہ، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے، وہ یہ ہے۔

اعلم أن للناس فی المکی والمدنی اصطلاحات ثلاثة:(أحدها): أن المکی ما نزل قبل الهجرة ، والمدنی ما نزل بعدها، سواء نزل بمكة أم بالمدينة، عام الفتح أو عام حجة الوداع، أم بسفر من الأسفار.

یاد رکھنا چاہیے کہ آیات وسور کے مکی یا مدنی ہونے کے اصطلاح میں تین اقوال ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ مکی آیات وسور، وہ ہیں جو کہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی وہ ہیں جو کہ ہجرت کے بعد نازل ہوئیں، خواہ وہ مکہ مکرمہ میں

......بالمدينة. والثانی وهوالمشهور أن المکی ما نزل قبل الهجرة ، وان کان بالمدينة ، والمدنی ما نزل بعدالهجرة، وان کان بمکة .والثالث أن المکی ما وقع خطاباً لأهل مکة ، والمدنی ما وقع خطاباًلأهل المدينة .(البرهان فی علوم القرآن ،النوع التاسع،معرفة المكي والمدني،ج:١،ص:١٨٧.)

① حاشية ابن عابدين ، قسم العبادات ، كتاب الطهارة ،ج:١، ص: ٢٩٩، رقم المقولة [٦٨٥].

نازل ہوئی ہوں یا مدینہ منورہ میں جیسے کہ فتح مکہ کے موقع پر یا حجۃ الوداع میں یا حضرت رسالت مآب ﷺ کہیں سفر فرمارہے تھے تو اس موقع پر بھی جو آیات نازل ہوئیں سب مدنی شمار کی جائیں گی۔[1]

پھر اس کے بعد یحییٰ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

مـانزل بمكة وما نزل فى طريق المدينة قبل أن يبلغ النبى صلى الله عليه وسلم المدينة فهو من المكي ، وما نزل على النبي صلى الله عليه وسلم فى أسفار بعد ما قدم المدينة فهو من المدنى. (ایضاً)

قرآن کریم کا کوئی بھی حصہ جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوا ہے، حتیٰ کہ ہجرت کے سفر میں جب کہ حضرت رسالت مآب ﷺ مدینہ منورہ نہیں پہنچے تھے، سب کا سب مکی ہے۔ اور جب آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو پھر اس کے بعد قرآن کریم کا جو بھی حصہ نازل ہوا ہے، خواہ وہ آپ کے مختلف اسفار میں ہی کیوں نہ نازل ہوا ہو، سب کا سب مدنی ہے۔

ان تمام اقوال وتعریفات سے یہ ثابت ہوا کہ آیات وسور قرآنی کے مکی یا مدنی ہونے کا دارومدار ہجرت پر ہے۔ ہجرت کے بعد جو کچھ بھی نازل ہوا ہے، وہ تمام آیات وسور مدنی کہلائیں گی۔ چنانچہ قرآن کریم کی وہ آیت جو کہ ہجرت کے سفر میں نازل ہوئی یا وہ حصہ جو غزوۂ تبوک کے موقع پر تبوک (شام) میں نازل ہوا، وہ مدنی کہلائے گا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

أنـزل الـقـرآن فـي ثلاثة أمكنة بمكة والمدينة والشام.

مجھ پر، قرآن کریم، تین مقامات میں نازل ہوا ہے۔ ① مکہ مکرمہ ② مدینہ منورہ ③ شام۔[2]

---

① الاتقان في علوم القرآن،النوع الأول في معرفة المكي والمدني ، ج:١،ص:٣٧.

② الـمـعـجـم الـكـبـير لـلـطـبـراني ،عـفـير بن معدان عن سليم بن عامر، رقم الحديث:٧٧١٧، ج:٨، ص:١٧١.

اس حدیث میں شام سے مراد تبوک ہے۔ سو وہ آیات جو غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ پر نازل ہوئیں وہ بھی مدنی ہی ہیں۔

قرآن کریم کی ہر ہر آیت اور سورت کے متعلق یہ قطعی فیصلہ کرنا کہ یہ مکی ہے یا مدنی، ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلہ حضرت رسالت مآب ﷺ ہی کر سکتے تھے یا وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن کی موجودگی میں یہ سور اور آیات نازل ہوئی تھیں لیکن انہوں نے بہت سی سور و آیات کے متعلق نہ یہ فیصلہ فرمایا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی۔ اس لیے جن سور و آیات کے متعلق یہ تصریحات یا تاریخی شواہد ملتے ہیں کہ یہ کہاں نازل ہوئیں، وہاں تو بات صاف ہو جاتی ہے لیکن جہاں پر ــــــ اور اکثر مقامات ایسے ہیں ــــــ یہ شواہد میسر نہ ہوں، وہاں کسی آیت یا سورت کے مکی یا مدنی ہونے کا فیصلہ کرنا از حد دشوار رہے۔ اسی لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ نے صراحت کی ہے کہ مکی اور مدنی آیات و سور کی شناخت دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔

① **سماعی:** اس کا مطلب یہ ہے کہ جن آیات و سور کے بارے میں روایات سماعت میں آگئی ہیں اور تصریحات موجود ہیں کہ یہ آیت یا سورت کہاں نازل ہوئی۔ چونکہ ہمیں اس کا علم بذریعہ سمع (روایات سننے) سے حاصل ہوتا ہے اس لیے اس طریقے کو سماعی کہا جاتا ہے۔

مثلاً دینیات کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ پر وحی کا آغاز غار حراء مکہ مکرمہ میں ہوا اور سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اس لیے یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ سورۃ العلق مکی ہے۔

② **قیاسی:** اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی آیت یا سورت کے بارے میں سماعی طریقے پر اس کے مکی یا مدنی ہونے کا ثبوت نہ مل سکے تو پھر اپنے گمان کے مطابق، آثار و قرائن کی بنا پر، اس پر کوئی حکم لگایا

جائے۔مختلف مفسرین نے جوکسی آیت یا سورت کو مکی یا مدنی قرار دیا ہے توانہوں نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔کسی سورت یا آیت کے متعلق جب انہیں کوئی حدیث یا تاریخی شہادت نہیں مل سکی جس کی بنا پر وہ اس کو مکی یا مدنی قرار دیتے تو انہوں نے غور وفکر کے بعد اپنے اجتہاد سے یہ فیصلے کیے لیکن یہ یاد رہے کہ ان کے یہ فیصلے تفسیر قرآن کریم میں کسی قاعدے یا کلیے کی حیثیت نہیں رکھتے۔مثلاً بہت سے مفسرین نے یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ جس سورت میں ''یا ایھا الناس '' کہہ کر پوری انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے، وہ مکی ہے اور جس سورت میں ''یا ایھا الذین امنو '' کہا گیا ہے، وہ مدنی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اصول کی خود مفسرین کے پاس دلیل کیا ہے؟ سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں کہ یہ ان کی اپنی رائے ہے اور رائے بھی ایسی کہ جب اس رائے کے مطابق مختلف سور آیات کی جانچ کی گئی تو یہ رائے غلط ثابت ہوئی۔مثلاً آپ غور کیجیے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ النساء یقیناً مدنی ہیں لیکن یا ایھا الناس سورۂ بقرہ میں دو مرتبہ آیا ہے اور سورۂ النساء میں تین مرتبہ۔اگر یہ اصول مان لیا جائے کہ ہر وہ سورت جس میں یا ایھا الناس آیا ہے، مکی ہوتی ہے تو پھر ان دو سورتوں کو بھی مکی ہونا چاہیے تھا، حالانکہ ایسے نہیں ہے۔اور یہ اصول کہ جس سورت میں یاایھا الذین امنو آیا ہے وہ مدنی ہے تو پھر یہ الفاظ تو سورۂ حج میں بھی آئے ہیں حالانکہ بہت سے مفسرین کے نزدیک سورۂ حج یقیناً مکی ہے مدنی نہیں۔

اسی قیاسی طریقے سے مفسرین نے مختلف سورتوں میں مختلف آیات کو مکی اور مدنی قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صرف مختلف مفسرین کا اپنا اجتہاد اور ذاتی رائے ہے، جس کے پس پشت کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں۔علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

والحق مادل علیه الدلیل الصحیح .   صحیح بات یہ ہے کہ آیات کو مستثنیٰ کرنے کی اصول کی

کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ ①

امام ابوبکر الباقلانی (المتوفی ۴۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الانتصار للقرآن'' ــــــــ جو کہ علوم القرآن کو سمجھنے کے لیے نہایت عمدہ، بنیادی اور ضروری کتاب ہے ــــــ میں اس بحث کو نہایت عمدہ طریقے سے سمیٹا ہے۔ یہاں پر اس بحث کا خلاصہ لکھا جا رہا ہے۔ ①

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے

---

①تفسیر ابن كثير، كتاب فضائل القرآن، ج:۱، ص:۲۳.

②غير أنه لم يكن من النبي عليه السلام في ذلك قول ولا نص ، ولا قال أحد ولا روى أنه جمعه ، أو فرقة عظيمة منهم تقوم بهم الحجة وقال: اعلموا أن قدر ماأنزل علي من القرآن بمكة هو كذا و كذا ، وأن ماأنزل بالمدينة كذا و كذا ، وفصله لهم وألزمهم معرفته، ولو كان ذلك منه لظهر وانتشر، وعرفت الحال فيه. وانما عدل صلى الله عليه عن ذلك لأنه مما لم يؤمر فيه ، ولم يجعل الله تعالىٰ علم ذلك من فرائض الأمة ، وان وجب في بعضه على أهل العلم مع معرفة تاريخ الناسخ والمنسوخ، ليعرف الحكم الذي ضمنها ، وقد يعرف ذلك بغير نص الرسول وقوله هذا هو الأول والمكي وهذا هو الآخر المدني. وكذلك الصحابة لما لم يعتقدوا أن من فرائض التابعين ومن بعدهم معرفة تفصيل جميع المكي والمدني وأنه مما يسع الجهل به ...... الخ، واذا كان ذلك كذلك لم يلزم أيضاً أن ينقل عن الصحابة نقلاً متواتراً ذكرالمكي والمدني ، ولم يجب أيضاً على الصحابة وعلىٰ كل داخل في الاسلام بعد الهجرة وعند مستقر النبي صلى الله عليه في المدينة أن يعرف أن كل آية أنزلت قبل اسلامه مكية أو مدنية. (الانتصار للقرآن، باب الكلام في بيان الحكم في أول ما نزل من القرآن وآخره ومكية ومدنية ،ج:۱، ص:۲۴۷ـ۲۴۸)

کے علم کو زیادہ اہم قرار دیا ہو۔ نہ تو ان کی کسی بات سے یہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ ان امور کا علم جانے اور نہ ہی انہوں نے کسی کو کہا تھا کہ مکی اور مدنی سورتوں کو علیحدہ علیحدہ جمع کرو اور نہ ہی کبھی یہ ہوا کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ کہا ہو کہ دیکھو یا د رکھنا کہ یہ یہ سورتیں مجھ پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہ یہ سورتیں مدینہ منورہ میں۔ اگر آپ نے ایسا کوئی کام کیا ہوتا تو ایسی روایات ضرور ملتیں۔

آپ نے یہ کام اس لیے بھی نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ مکی اور مدنی سورتوں کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ ہی یہ کام اللہ تعالیٰ نے اُمت کے ذمے لگایا ہے۔ بعض اہل علم حضرات نے اگرچہ اس علم کو مدوّن کیا ہے لیکن ان کی غرض یہ تھی کہ وہ مختلف احکامات کے بارے میں یہ فیصلہ کرسکیں کہ آیا یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئے تھے یا مدینہ منورہ میں۔

ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس علم (سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق) کو حضرات تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد آنے والوں کے لیے سیکھنا ضروری قرار نہیں دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی آیت یا سورت کے مکی یا مدنی ہونے کا علم نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات متواتر، منقول نہیں ہے کہ یہ آیت یا سورت مکی ہے یا مدنی ہے اور یہ جاننا ان کے لیے ضروری نہیں تھا اور جو شخص بھی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرتا تھا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ رہتا تھا اس کے لیے کوئی ضروری نہیں تھا کہ وہ تمام آیات جو اس کے اسلام قبول کرنے سے قبل نازل ہو چکی تھیں، ان کے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ یہ مکی ہیں یا مدنی؟

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی آیت یا سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق جاننا، یہ

ایسا علم نہ تھا جس کا قرون اولیٰ میں اہتمام کیا جاتا ہو۔ بعد میں آنے والے مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس علم پر محنت کی ہے اگرچہ ان کی یہ مساعی جمیلہ قابل قدر ہیں اور آیات وسور کے مکی یا مدنی ہونے کا علم بسا اوقات بہت نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔ ناسخ ومنسوخ کا علم، تاریخی حقائق اور اوامر و نواہی کی علت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس علم کا رتبہ یہ نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی آیت یا سورت کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ مکی ہے یا مدنی، تو پھر وہ تفسیر قرآن کریم سے بھی بے بہرہ رہے۔ اس موقع پر اگر امام بدرالدین الزرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب البرہان کی النوع التاسع کا مطالعہ بھی کر لیا جائے تو بہت مفید رہے گا۔

کسی بھی آیت یا سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے سماعی طریقے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ پیش آتی ہے کہ جب کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یہ فرما دیتے ہیں کہ یہ آیت یا سورت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی یا میرے بارے میں نازل ہوئی تھی تو قاری کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ وہ اس واقعہ یا اس صحابی رضی اللہ عنہ سے یہ اندازہ لگانا شروع کر دیتا ہے یا پھر یقین کر لیتا ہے کہ یہ آیت یا سورت مکی ہے یا مدنی۔ مثلاً کوئی صحابی رضی اللہ عنہ جب یہ فرمائیں گے کہ یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تو قاری تاریخ سے اس واقعے کو ڈھونڈتا ہے کہ یہ کہاں پیش آیا پھر اس طریقے سے وہ اس آیت کے مکی یا مدنی ہونے کا حکم لگا دیتا ہے اور یا پھر یہ کہ جب کوئی صحابی رضی اللہ عنہ جب یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تو قاری اس صحابی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام یا مہاجر یا انصاری ہونے کی وجہ سے اس آیت پر مکی یا مدنی ہونے کا حکم لگا دیتا ہے۔ حالانکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اقوال (① یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی ② یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی وغیرہ) سے کسی آیت یا سورت کے مکی یا مدنی ہونے کا فیصلہ کرنا درست نہیں کیونکہ ان کے ان اقوال میں دو احتمالات ہیں۔

① یہ کہ جب کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یہ فرمائیں کہ یہ آیت نزلت فی (میرے بارے میں نازل ہوئی ہے) یا یہ فرمائیں کہ نزلت فی کذا (یہ آیت فلاں معاملے میں نازل ہوئی ہے) تو ان دونوں جملوں سے ان کی کبھی تو مراد یہ ہوتی ہے کہ واقعی یہ آیت یا سورت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا یہ کہ فلاں واقعے کے بعد نازل ہوئی ہے تو اس طرح سے ہمیں اس شخصیت یا واقعے کے ذریعے قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ آیت یا سورت مکی ہے یا مدنی اب آپ اس اصول کی مثالیں بھی پڑھ لیجیے۔

① حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ افک ہے۔ان پر ایک جھوٹی تہمت لگائی گئی اور اس سلسلے میں صحیح بخاری میں طویل روایت ہے۔وہاں یہ آتا ہے کہ اس واقعے کے دوران حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہوں نے اس تہمت سے مکمل طور پر اپنی برأت کا اظہار کیا اور فرماتی ہیں۔

وأنا حينئذ أعلم أني بريئة ، وأن الله مبرئي ببراءتي.

اور مجھے خوب معلوم تھا کہ میں اس عیب سے بالکل پاک ہوں اور یہ بھی جانتی تھی کہ میرے پاک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرا پاک ہونا ضرور بیان کردے گا۔①

لیکن اللہ کی قسم میرا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل کردے گا جو کہ قیامت تک پڑھی جائیں گی۔میرا یہ بھی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں مجھے پاک قرار دے، تیری ذات ایسی نہیں ہے کہ اُس کے بارے میں وحی نازل ہوجائے بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی جواب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیں گے جس سے میرے

---

①صحيح البخارى ، كتاب التفسير، سورۂ نور ، رقم :الحديث ٤٧٥٠ .

پاک دامن ہونے کا علم ہو جائے گا۔لیکن اللہ کی قسم نہ تو حضرت رسالت مآب ﷺ وہاں سے اُٹھے اور نہ ہی گھر کے دیگر افراد میں سے کوئی ، گھر سے باہر گیا ، یہاں تک کہ وحی نازل ہونا شروع ہوگئی ۔سو جیسے کہ نزول وحی کے وقت ہمیشہ ایسے ہی ہوتا تھا وہی ہوا اور آپ کا جسم مبارک تپنے لگا۔اور یہ حدت اتنی زیادہ ہوئی کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگا۔حالانکہ مدینہ منورہ میں اس دن سخت سردی پڑ رہی تھی ۔لیکن یہ پسینہ، وحی کے بوجھ کی وجہ سے تھا، جو کہ آپ پر نازل ہو رہی تھی ۔سو جب یہ وحی مکمل ہوئی اور اس کی شدت ختم ہوئی تو حضرت رسالت مآب ﷺ ہنسے اور پہلا جملہ جو آپ نے ارشاد فرمایا یہ تھا''اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے تو تمہاری پاکیزگی نازل فرمادی۔''

اب اس حدیث پر غور فرمالیجیے حضرت اُم المؤمنین عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو یہ فرمارہی ہیں کہ ان کے گھر میں اس شدید سردی کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت اور پاکیزگی میں سورۂ نور کی دس آیات (اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ : آیت نمبر ۱۱ سے لے کر وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ آیت نمبر ۲۰) تک نازل کیں تو یہ اُن کا فرمانا حقیقت پر مبنی ہے خود حدیث، آثار اور قرائن سب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حقیقت میں یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں ، چنانچہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جملہ حتٰی انزل الیہ (یہاں تک کہ وحی نازل ہونا شروع ہوگئی) حقیقت پر مبنی ہے۔

(جاری ہے)

نعت

مولانا اقبال احمد خان سہیلؔ

کتابِ فطرت کے سَر وَرَق پہ جو نامِ احمدؐ رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی اُبھر نہ سکتا، وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا

یہ محفلِ کُن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امَمؐ نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا، عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ترے غلاموں میں بھی جو تیرا ہی عکسِ شانِ کرم نہ ہوتا
تو بارگاہِ ازل سے اُن کا خطاب خیر الاُمم نہ ہوتا

ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمدؐ کے میم کی ہے
دل اس کی خلوت سَرا نہ بنتا جو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

اگر نہ کرتا وہ کنزِ مخفی، جمالِ وحدت کی پردہ داری
تو آب وگل کے اس آئینے میں ظہورِ نورِ قدم نہ ہوتا

نہ رُوئے حق سے نقاب اُٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخشِ نگاہِ عرفاں، اگر چراغِ حرم نہ ہوتا

کمالِ انسانیت کا پیکر، جمال وحدانیت کا مظہر
سِوائے ذاتِ حضورِ انورؐ، کوئی خدا کی قسم نہ ہوتا

سوائے صدیقؓ کون پاتا حضورؐ کی جانشینی
کہ وہ نہ ہوتے تو یوں جہاں میں بلند دیں کا عَلَم نہ ہوتا

اَریکہ آرائی نبوّت کا فخر فاروقؓ ہی کو ملتا
جو سلسلہ وحیٔ آسماں کا حضورؐ پر مختتم نہ ہوتا

خلافتِ راشدہ کا منصب اگر نہ ہوتا نصیبِ عثمانؓ
تو دفترِ وحیٔ آسمانی، مُرتّب و منتظم نہ ہوتا

زہے علوئے مقامِ حیدرؓ خوشی میں کہتے تھے خود پیمبرؐ
کہ فتح ہوتا نہ حِصنِ خیبر جو آج یہ ابنِ عم نہ ہوتا

(کلیاتِ سہیلؔ ،ص:53)

❂......❂......❂

CPL-327